بسم اللہ الرحمن الرحیم

رسولؐ اللہ

کے اعزاء کا ذکر

اپنے بچوں کی معلومات کے لئے جمع کیا

طالبِ دعا

سید نذر عباس رضوی

۱۱ ذیقعد ۱۴۲۹ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شیر کی بیٹی اور شیر خدا کی ماں

فاطمہ بنت اسد سلام اللہ علیہا

جن کی وفات یکم ذیقعد کو ہوئی

ہم نے اس دنیا میں دیکھا ہے کہ اگر کہیں کسی مکان کی چھت یا دیوار سے صرف گرنے کی آواز ہی آنے لگے تو لوگ وہاں سے بھاگ جاتے ہیں اور اگر کوئی عورت ہو تو اس کا خوفزدہ ہونا مرد سے کئی گنا زیادہ ہوتا ہے۔ لیکن تاریخ میں صرف دو عورتیں ایسی ملتی ہیں جو دیوار گرنے سے نہیں گھبرائیں ایک تو امام حسنؑ کی بیٹی جنکے بارے میں امام باقرؑ نے روایت کی کہ آپ دیوار کے سائے میں بیٹھی تھیں کہ دیوار گرنے لگی تو آپ نے عربی میں کچھ اس طرح فرمایا۔ حمد و ثناء ہو میرے پروردگار کی۔ میرے خالق نے تجھے ابھی گرنے کی اجازت نہیں دی رک جا۔ دیوار ہوا میں ہی معلق رہی حتیٰ کہ امام اور وہ معظمہ اپنی جگہ سے ہٹ گئے

دوسرا واقعہ ہمارے پیارے رسولؐ کی ولادت سے ۳۰ سال بعد کا ہے جب آپؐ کے وصی کی ولادت کا وقت آیا تو آپ کی چچی جناب فاطمہ بنت اسدؑ خانہ کعبہ کا طواف کررہی تھیں۔ آپ رکن یمانی کے پاس تھیں کہ درد ء زہ محسوس ہوا۔ آپ نے اس وقت خدا کی حمد و ثناء کی۔ آپ کا خطبہ تاریخوں میں اب بھی موجود ہے۔ جس میں آپ نے اللہ کی حمد و ثناء کے بعد اپنے الٰہ پر اور انبیاء پر ایمان کا ذکر کیا پھر اللہ سے دعا کی کہ اے اللہ۔ اس مولود کا واسطہ میری مشکل کو آسان کردے۔ بس پھر کیا تھا اسد کی بیٹی۔ اسد کی ماں کے لئے اللہ نے خانہ کعبہ کی دیوار کو شق کردیا اور ایک در بن گیا جس میں سے آپ خانہ کعبہ کے اندر داخل ہو گئیں اور پھر دروازہ بند ہوگیا اور اللہ کے گھر میں ایک بچہ پیدا ہوا جس کا نام علی ابن ابی طالبؑ ہے

یہ بھید کوئی کیا سمجھے گا یہ راز کوئی کیا پائے گا — گھر بند رہے گا کعبے کا اور آنے والا آئے گا

یہ بنت اسد ہیں بنت اسد کیا روک سکیں گی دیواریں — معصوم نگاہیں پڑتے ہی دیوار میں در بن جائے گا

علامہ اقبال نے بھی علی علیہ السلام کی ولادت اور شہادت کا ذکر مندرج ذیل شعر میں کیا ہے:

کسے را میسر نہ شد ایں سعادت — بکعبہ ولادت بمسجد شہادت

آج اس واقع کو ۱۴۳۰ سال سے زیادہ ہو چکا ہے مگر اتنی دفعہ مرمت کے باوجود ابھی بھی رکن یمانی کے پاس نشانات ملتے ہیں یہ ۱۳ رجب کی یاد ہے۔ ہر سال تیرہ رجب جب آتی ہے تو اسی جگہ کے پتھروں میں لکیر پڑ جاتی ہے جس کو ایک ہفتے کے اندر مرمت کرنا پڑتا ہے

جناب فاطمہ بنت اسدؑ بن ہاشم بن عبد مناف ہی کی ذات بابرکت نے رسول اللہؐ کی پرورش فرمائی آپ ہمارے نبیؐ کے لئے ماں کی حیثیت رکھتی تھیں اور رسولؐ اللہ آپ کی اس نیکی اور احسان کا شکریہ ادا کرتے تھے وہ آنحضرتؐ پر سب سے پہلے

ایمان لانے والی اور ہجرت کرنے والی تھیں

یکم ذیعقعدہ کو بی بی فاطمہ بنت اسد نے رحلت فرمائی تو حضورؐ نے اپنی قمیص کا کفن دیا اور ان کی قبر میں خود جا کر لیٹے تاکہ فشار قبر اور حشرات الارض سے محفوظ رہیں۔ پھر رسول اللہؐ نے ان کے بیٹے امیر المومنین علی ابن ابی طالب کی ولایت کی تلقین کی تاکہ آپ دفن ہونے کے بعد قبر میں منکر نکیر کے سوالات کا جواب دیں۔ اس بی بی کی خدا کے ہاں بلندیء مرتبہ کی وجہ سے آنحضرتؐ نے بھی اس عظیم فضیلت کے ساتھ انہیں مخصوص فرمایا۔ آپ کی اولاد نجیب الطرفین ہاشمی ہے۔ یعنی ماں اور باپ دونوں کی طرف سے سلسلہ نسب حضرت ہاشمؑ تک پہنچتا ہے۔ یہ وہ معظّمہ ہیں جنہوں نے ہجرت سے پہلے مکہ میں ۱۳ سال تک شریک مصائب و آلام رہیں ------

یہ مضمون اپنے بچوں کی معلومات کے لئے لکھا۔ طالب ءدعا۔ سید نذر عباس۔ ۲۳ جنوری ۲۰۰۱ء م

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اُم المومنین خدیجۃ الکبریٰ سلام اللہ علیہا

ام المومنین بی بی خدیجہ سلام اللہ علیہا کے ذکر کا یہ دوسرا مضمون بنا رہا ہوں جس کے لئے سب سے پہلے شوکت رضا شوکت کی رباعی پیش ہے:

محمدؐ جب بھی اپنے محسنوں کا ذکر کرتے ہیں — نساء میں سب سے پہلے وہ اسی کا نام لیتے ہیں

نبیؐ شوہر۔ ولی داماد۔ دختر فاطمہ زہرا — خدیجہؑ تم کہو ہم تو اسے اسلام کہتے ہیں

نبیؐ کی بیویاں۔ مسلمانوں کی ساری مائیں قابلِ احترام ہیں۔ لیکن صاحب اولاد ماں صرف خدیجہؑ ہی ہے۔ مسلمانوں کی ساری مائیں محترم مگر بی بی خدیجہؑ کا مقابلہ کسی سے مت کرنا۔ تم جیسوں کی مائیں ہونا اور بات ہے۔ بتولؑ کی ماں ہونا اور بات ہے۔

میں تطہیر خدیجہؑ کے لئے اور کہوں کیا — جس گھر میں رہی اس کے افراد بھی معصوم

یہ سارے زمانے میں خدیجہؑ کا شرف ہے — اولاد بھی معصوم ہے داماد بھی معصوم

مضمون کا دوسرا حصہ ہم اہل سنت کی کتب سے درج ذیل کرتے ہیں:

حضورؐ پر سب سے پہلے ایمان لانے والی یہی معظمہ ہیں آپ کے والد خویلد ابن اسد اور والدہ فاطمہ بنت زائدہ تھیں۔ آپ کا پرانا رشتہ پانچویں پشت میں رسول کے اجداد قصی بن کلب سے ملتا ہے۔ بقول آپ کی ولادت 555 میلادی میں ہوئی اگرچہ آپ کے بارے میں مختلف کتابوں میں لکھا ہے کہ رسول اللہؐ سے شادی کے وقت آپ کی عمر ۴۰ سال تھی۔ مگر یہ عربی محاورے کی وجہ سے لکھا گیا ہے۔ اصل میں شادی کے وقت آپ کی عمر ۲۸ سال تھی۔ عربوں میں رواج ہے کہ اگر کسی لڑکی کا رشتہ نہ ملے اور انکار ہو جائے تو لڑکے والے سب کو بتاتے ہیں کہ لڑکی عجوز (بوڑھی) تھی۔ اربعین سنہ یعنی ۴۰ سال کی تھی۔ لکھنؤ کے پروفیسر اطہر مرزا صاحب نے بھی اس پر ریسرچ کی ہے اور بقول ان کے یہ رسول اللہؐ سے ۳ سال بڑی تھیں یعنی ان کی عمر ۲۸ سال تھی۔ آپ کی وفات اعلان نبوت کے دسویں سال اور رسولؐ کی ہجرتِ مدینہ سے تین سال قبل ہوئی۔ اسی سال رسولؐ کے مربی چچا ابو طالبؑ کا بھی انتقال ہوا اور اس سال کا نام رسولؐ اللہ نے حزن کا سال رکھا (عام الحزن) حضور خود آپ کی قبر میں اترے اور آپ کے لئے دعائے خیر کی۔ آپ کی قبر جنت المعلیٰ حجون میں ہے جو حرم مکہ سے تقریباً ۲ کیلومیٹر ہے۔

صحاح ستہ میں ہے کہ رسولؐ نے فرمایا جنت کی بہترین عورتوں میں خدیجہؑ بنت خویلد اور مریمؑ بنت عمران ہیں۔۔۔ شاہ عبدالحق دہلوی کہتے ہیں کہ جناب خدیجہؑ اپنے وقت کی ایک صاحب فضل۔ دانشمند اور ہوشیار۔ صاحبِ نسبِ عالی اور ایک متمول اور مالدار عورت تھیں۔۔

آپ کے نوے ہزار اونٹ مال لے کر شام اور ۹۰،۰۰۰ اونٹ گرمی اور سردیوں کے موسم میں یمن کی جانب رواں دواں رہتے تھے۔ اکثر عرب آپ کے مال پر ڈاکہ ڈال دیتے تھے اور کچھ مال لوٹ لیا کرتے تھے۔ ایک دن بی بی خدیجہؑ نے شیخ العرب جناب ابو طالبؑ ابن عبدالمطلبؑ سے درخواست کی کہ آپ کوئی انتظام کر دیجئے کہ میرے مال پر ڈاکہ نہ پڑے۔ جناب ابو طالبؑ نے

سارے عرب کے سرداروں کو مکہ میں بلایا اور میٹنگ کی اور یہ نہیں کہا کہ تم خدیجہؑ کے مال پر ڈاکہ نہ ڈالو۔ بلکہ کہا۔ میں چاہتا ہوں کہ تم لوگ تجارت کرو۔ اور اسکے لئے جناب خدیجہؑ کے تجارتی قافلے کی سرو سرفری استعمال کرو۔ جب قافلہ تمہارے علاقے سے گزرے تو تم اس میں اپنا مال سے لدا ہوا اونٹ شامل کر دو۔ اور واپسی پر اپنا منافع حاصل کرو۔ اس زمانے میں اونٹ کی وہی قیمت تھی اور وہی کام تھا جو آجکل کے زمانے میں مرسیڈیز ٹرک اور ٹریلرز کی ہے۔ چنانچہ عرب کے سرداروں نے اس نوے ہزار کے قافلے میں اپنے چند اونٹ بھی شامل کرنا شروع کر دیا۔ اب وہی عرب جو ام المومنین جناب خدیجہؑ کے مال پر ڈاکہ ڈالتے تھے اس کی حفاظت کرنے لگے اور اللہ نے بھی ابو طالبؑ کے اس طرح شرکتہ بنا کر تجارت کرنے کو قرآن میں اپنا عمل اور احسان قرار دیا ہے جیسے رسولؐ کی یتیمی کے عالم کی پرورش کو اللہ نے اپنا عمل قرار دیا حالانکہ رسول کی پرورش حضرت ابو طالبؑ نے کی

(الم یجدک یتیماً) ----

آپ دوسروں کو بھی تجارت کے لئے اپنا مال مضاربہ پر دیتی تھی۔ آپؑ کے مالدار اور صاحب عقل و فراس ہونے کی وجہ سے بہت سے اشراف قریش نے آپ سے اپنی شادی کے پیغامات دیئے۔ مگر آپ نے کسی کا پیغام قبول نہیں کیا۔ پھر عرب کے رواج کے مطابق محاورتاً یہ مشہور کر دیا گیا کہ آپ بوڑھی ہیں اور آپ کی عمر چالیس سال کی ہے۔ اور اس عمر کا ذکر رسولؐ سے شادی کے واقت تک ہوتا رہا۔ اگر چہ اس وقت آپ ۲۸ سال کی تھیں۔

علمائے امامیہ اس بات کے قائل ہیں کہ آپ نے حضرت رسولؐ خدا سے شادی سے پہلے کسی سے شادی نہیں کی۔ جس کی وجہ یہ ہے کہ آپ کو بشارت ہو گئی تھی کہ آپ رسولؐ خدا خاتم النبیین کے لئے مخصوص ہیں۔ اور جن تین بیٹیوں کا ذکر آتا ہے وہ ان کی بہن ہالہ کی بیٹیاں تھی۔ ہالہ نے اپنے شوہر سے علیحدگی اختیار کر لی تھی تو جناب خدیجہؑ نے ان تین بیٹیوں کو پالا اور ان کی شادی کی۔ جناب خدیجہؑ کی شادی کے بعد بھی اُن کا رسولؐ کے گھر میں آنا جانا رہتا تھا اسی لئے خدیجہؑ کی ان بیٹیوں کو رسولؐ سے نسبت دے دی گئی اور کچھ لوگوں نے رسولؐ کی بیٹیاں کہنا اور لکھنا شروع کر دیا۔ اور ان ہی ہالہ کی ۲ بیٹیوں کی شادی حضرت عثمان سے ہوئی جن کو ذوالنورین کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔ اب اس بحث میں کون پڑے کہ جب لوگ رسولؐ کو بے نور مانتے ہیں تو بیٹیاں کیسے نور ہو گئیں

رسولؐ اللہ سے شادی سے قبل بی بی خدیجہؑ نے خواب میں دیکھا کہ فضائے آسمانی نورانی ہو گئی ہے اور ایک ضیا بار سورج ان کی گود میں آ گیا ہے جس کی روشنی سے عالم کا ذرہ ذرہ منور ہو گیا ہے۔ جناب خدیجہؑ نے خواب سے بیدار ہو کر اپنے چچا زاد بھائی ورقہ بن نوفل سے جو بہت بڑے عالم اور متقی شخص تھے اس خواب کی تعبیر پوچھی۔ انہوں نے کہا کہ اس خواب کی تعبیر یہ ہے کہ اے خدیجہؑ۔ تم کو مبارک ہو کہ تم کو عنقریب پیغمبر آخر الزمانؐ کی زوجیت کا شرف حاصل ہوگا۔

علمائے اہل سنت نے لکھا ہے کہ جناب خدیجہؑ کو اپنی تجارت کے لئے ایک امین شخص کی ضرورت تھی۔ اس وقت تک رسول اللہ نے اعلان رسالت نہیں کیا تھا مگر آپ کی امانت۔ صداقت اور دیانت کا چرچا پورے عرب میں زبان زد خاص و عام ہو چکا تھا۔ اسی وجہ سے جناب خدیجہؑ کی نظر انتخاب آنحضرتؐ پر گئی اور آپ نے ایک آدمی حضورؐ کے پاس بھیجا۔ جس نے کہا۔ کہ اس میں آپ کا بھی

فائدہ ہوگا اور جناب خدیجہؑ کا بھی۔ رسولؐ اللہ نے اپنے چچا حضرت ابو طالبؑ سے مشورہ کیا۔ اور اس پیشکش کو منظور کر لیا۔ تب جناب خدیجہؑ نے ایک تجارتی قافلہ ترتیب دیا اور اس قافلے کا چیف رسول اللہ کو بنایا اور سب لوگوں کو حکم دیا کہ ان کی اطاعت کریں اور اپنے غلام میسرہ اور اپنے رشتہ دار خزیمہ کو ساتھ کیا کہ ہر بات میں رسولؐ کی اطاعت کریں اور واپسی پر سفر کے ایک ایک واقعات کی مجھے اطلاع دیں۔

قافلہ جب بصرہ پہنچا تو رسولؐ ایک بے برگ و بار درخت کے نیچے بیٹھ گئے تو وہ ایک دم سرسبز و شاداب ہوگیا۔ اس کے سامنے ہی ایک نسطوری راہب کا گرجا تھا۔ اس نے جب یہ دیکھا تو جلدی سے ایک پرانی کتاب لے آیا اور اس کو پڑھ پڑھ کر رسولؐ سے باتیں کرتا رہا۔ جو جو علامتیں اس کتاب میں آخری نبیؐ کی لکھی تھیں وہ سب اس نے آنحضرتؐ میں پائیں۔ پھر وہ بولا۔ حضرت عیسیٰؑ پر انجیل نازل کرنے والے خدا کی قسم۔۔ یہ وہی پیغمبر آخر الزمان ہے۔ یہ سب باتیں سب قافلے والوں نے بھی سنی اور آکر بی بی خدیجہؑ کو بھی بتائیں۔

اس سال رسولؐ اللہ کی برکت سے ہر سال سے کئی گنا زیادہ منافع ہوا۔ جناب خدیجہؑ کو جب قافلہ کی آمد کی خبر ہوئی تو وہ چھت پر چڑھ کر اس کا انتظار کرنے لگیں۔ دیکھا کہ ایک بادل آنحضورؐ کے سر پر سایہ کئے ہوئے ہے اور آپ کے چہرے سے سورج کی طرح چمکتی ہوئی شعائیں نکل رہی ہیں۔ آپ کو یقین ہوگیا کہ آپ ہی خاتم النبینؐ ہیں اور یہ وہی پیغمبر ہیں جن کا آپ کو انتظار تھا۔ تب بی بی خدیجہؑ نے ایک عورت کو اپنا رازدار بنا کر رسول خدا کے پاس بھیجا۔ کہ معلوم کرے کہ آنحضرت بھی بی بی سے شادی کرنے کے لئے تیار ہیں۔ اس کے بعد بی بی نے کہلوا بھیجا کہ آپؐ اپنے چچا جناب ابو طالبؑ کے ذریعے خواستگاری کیجئے۔ چنانچہ پیغام شادی بھیجا گیا جو نہایت خوشی کے ساتھ قبول کیا گیا۔ تاریخ مقرر ہوئی۔ تمام قریش کا اجتماع ہوا۔ جناب ابو طالبؑ نے رسول اللہ کا نکاح پڑھا۔ اور اپنے پاس سے بیس ۲۰ اونٹ دے کر جناب خدیجہؑ کا مہر ادا کیا۔ ادھر جن لوگوں سے شادی کا انکار ہوا تھا انہوں نے مشہور کر دیا کہ کہ جناب خدیجہ بوڑھی تھیں ان کی عمر چالیس سال اور رسولؐ اللہ کی عمر ۲۵ سال تھی۔ اس کی اصل وجہ جیسے پہلے میں نے بیان کی یہ ہے کہ عرب دنیا میں جب لڑکی والے رشتہ دینے سے انکار کر دیں تو لڑکے والے اپنی خفت مٹانے کے لئے (لومڑی کا ہاتھ نہ پہنچا تو کہنے لگی کہ انگور کھٹے ہیں) یہ مشہور کر دیتے ہیں کہ لڑکی بوڑھی تھی۔ عجوز۔ چالیس سال کی تھی (اربعین سنہ) ۔ یہ محاورہ استعمال کیا گیا جو صحیح عمر نہیں۔ جیسے سعودی بچہ اپنے باپ کو یا ولد (اے برخوردار یا اے بیٹے) کہہ کر پکارتا ہے اور لبنانی اپنے بچوں کو یا ابوئی (اے میرے باپ) کہہ کر پکارتے ہیں۔ لکھنو کے پرنسپل اطہر مرزا صاحب کی ریسرچ کے مطابق آپ حضور سے ۳ سال بڑی تھیں آپ کی عمر شادی کے وقت ۲۸ سال تھی۔

اس شادی سے جناب خدیجہؑ بہت خوش تھیں۔ اور شادی کے بعد دونوں کی زندگی بے حد خوش گزری۔ رسول اللہ نے ام المومنین جناب خدیجہ کی زندگی میں دوسری شادی نہیں کی۔ دونوں ایک دوسرے کا بے حد خیال رکھتے تھے اور اس کے باوجود کہ اعلان رسالت کے بعد تمام مکہ رسول کا دشمن ہوگیا تھا۔ لوگ خون کے پیاسے ہوگئے تھے۔ لیکن پھر بھی جناب خدیجہؑ کی محبت اور وفا میں کمی

نہیں آئی۔

جناب خدیجہؑ کو جتنی محبت رسول اللہ سے تھی اس کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جا سکتا ہے۔ کہ جب آپ نے یہ محسوس کیا کہ اللہ کے رسولؐ کو دین اسلام پھیلانے کے لئے روپے پیسے کی اشد ضرورت ہے تو آپ نے اپنا مال و اسباب جو کروڑوں روپے کا تھا سب کا سب نہایت خوشی سے حضور کو ہبہ کر دیا اور اجازت دے دی کہ جس طرح چاہیں خرچ کریں۔ اور جب رسول خدا نے سارا سرمایہ اسلام اور نادار و غریب لوگوں پر خرچ کر دیا تو آپ کو ذرہ برابر بھی ملال نہ ہوا۔ بلکہ خوشی اس بات کی ہوئی کہ آپ کا مال اللہ اور اس کے رسول کی خوشنودی کے کام آیا۔

اور اگر آپ رسولؐ کی محبت بی بی خدیجہؑ کے ساتھ دیکھنا چاہتے ہیں تو اس بات سے اندازہ لگا سکتے ہیں کہ آپ نے بی بی خدیجہ کی موجودگی میں دوسری شادی نہیں کی۔ اور بی بی کی وفات کے بعد جبکہ ام المومنین بی بی عائشہ جیسی عورت اور دوسری عورتیں بھی تھیں تب بھی آنحضرتؐ بی بی خدیجہ ہی کا ذکر کر کے یاد کیا کرتے تھے۔ بی بی عائشہ نے متعدد بار اعتراض بھی کیا اور غصہ بھی کیا کہ آپ کب تک اس بنی اسد کی بوڑھی عورت کو یاد کرتے رہیں گے مگر رسول ہر سال ان کو یاد کر کے ان کی سہیلیوں کو قربانی کا گوشت بھیجتے رہے۔ یہ وہی سہیلیاں تھیں جو رسول اللہ سے بائیکاٹ کے وقت بھی آ کر بی بی خدیجہ سے ملتی رہتی تھیں۔

جناب خدیجہؑ کے ایثار کے بارے میں تفسیر کبیر صفحہ ۴۲۶ مطبوعہ مصر میں لکھا ہے کہ ایک روز کا ذکر ہے کہ رسولؐ خدا جناب خدیجہ کے پاس محزون اور مغموم تشریف لائے اور فرمایا۔ اے خدیجہؑ۔ آجکل قحط پڑا ہوا ہے۔ مسلمانوں اور مخلوق خدا کی پریشانی مجھ سے دیکھی نہیں جاتی۔ یہ سننا تھا کہ جناب خدیجہؑ نے تمام قریش کو جمع کیا۔ جس میں حضرت ابوبکرؓ بھی تھے۔ جو روایت کرتے ہیں کہ بی بی نے اشرفیاں نکلوا کے اتنا ڈھیر لگوا دیا کہ جو لوگ میرے سامنے تھے وہ ان اشرفیوں کی بلندی کے سبب میری نگاہوں سے پوشیدہ ہو گئے۔ اور میری گنتی ختم ہو گئی۔ پھر جناب خدیجہؑ نے ہم سب قریش کو مخاطب کر کے فرمایا۔ کہ تم سب گواہ رہنا کہ یہ سارا مال اور اس کے علاوہ بھی جو میرا مال ہے اور جہاں کہیں بھی ہے وہ سب آج سے میرا نہیں ہے۔ بلکہ محمدؐ کا ہے۔ جنہیں میں نے اپنی رضامندی سے اور خوشی سے ہبہ کر دیا ہے۔ اب وہ اس کے مالک و مختار ہیں جس طرح چاہیں صرف کریں۔ مجھے اس مال سے کوئی مطلب نہیں۔۔

چنانچہ اس واقعے کو سامنے رکھتے ہوئے امام فخر الدین رازی نے تفسیر کبیر میں اور علامہ ابن سعود نے تفسیر السعود میں صفحہ ۴۸۲ مطبوعہ مصر میں قرآن کی آیت **و وجدك عائلاً فاغنىٰ** ۔۔(اے رسول ہم نے تم کو محتاج پایا تو غنی بنا دیا)۔۔ سورۃ ضحیٰ کی آیت نمبر ۸ کی تفسیر میں لکھا ہے۔ اللہ فرماتا ہے۔ اے رسولؐ۔ ہم نے تم کو محتاج و مفلس پایا تو خدیجہؑ کے مال سے تم کو غنی اور مالدار بنا دیا۔ پھر رسول نے سارا مال مسلمان غریبوں اور اسلام پر خرچ کر دیا اور جناب خدیجہؑ کو ذرہ برابر بھی رنج نہ ہوا اور خوشی اس بات کی ہوئی کہ ان کا مال خدا اور رسول کی خوشنودی کے لئے استعمال ہوا۔ اسی لئے یہ بات مشہور ہو گئی اور تاریخ والوں نے لکھ دیا کہ اسلام تین چیزوں کی وجہ سے پھیلا ہے۔۔

۱: رسول کا اخلاق ۲: خدیجۃ کا مال ۳: علیؑ کی تلوار

گر دین کی تبلیغ میں زر تیرا نہ ہوتا
یہ دین نہ چڑھتا کبھی پروان خدیجہؑ

صحیح ترمذی میں بی بی عائشہ سے روایت ہے کہ میں نے رسولؐ کی کسی عورت پر اتنا رشک نہیں کیا جتنا جناب خدیجہ پر۔۔حالانکہ میں نے ان کو دیکھا بھی نہیں تھا۔بات یہ تھی کہ حضرت رسولؐ خدا ان کا ذکر بکثرت کیا کرتے تھے اور اس کے علاوہ حضرت کا یہ بھی معمول تھا کہ آپ جب کبھی بھی بکری ذبح کرواتے تھے تو اس کے اعضاء الگ الگ کر کے جناب خدیجہؑ کی ہمجولیوں۔سہیلیوں اور رشتہ داروں کو ضرور بھیجتے تھے۔جناب عائشہ صدیقہ اس کے بعد کہتی ہیں۔میں نے ایسے موقع پر کئی مرتبہ کہا کہ یا حضرت۔آپ تو خدیجہ کو کچھ اتنا سمجھتے ہیں کہ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ دنیا میں خدیجہ کے سوا آپ کی کوئی عورت ہی نہیں تو حضرتؐ یہ سن کر برابر جواب دیتے تھے۔اے عائشہ۔میں کیا کروں۔اس لئے کہ خدیجہ ایسی ہی تھیں کہ میں ان کا اس صورت سے خیال رکھوں۔اور اس کے علاوہ اللہ نے مجھ کو ان ہی کے ذریعے اولاد عطا کی۔جس سے میری نسل چلی۔

صحیح مسلم میں بی بی عائشہ سے روایت ہے۔مجھے ازواج پیغمبر سے کسی پر اتنا رشک نہیں ہوا جتنا جناب خدیجہؑ پر۔حالانکہ میری شادی سے تین سال قبل ان کا انتقال ہو چکا تھا۔اور حجرت رسول خدا کا خدیجہ سے محبت کا یہ حال تھا کہ جب سنو حضرت خدیجہ ہی کا ذکر کیا کرتے تھے۔کہ اللہ نے حضرت خدیجہ کو ان کی زندگی ہی میں جنت کی بشارت دی تھی۔اور ان کے لئے جنت میں موتی کا محل بنایا گیا ہے۔وغیرہ وغیرہ۔۔اور جب میں نے کہا کہ آپ کو ہر وقت خدیجہ ہی کی پڑی رہتی ہے تو حضرت نے فرمایا ۔اے عائشہ۔بے شک یہی بات ہے۔وہ میری حبیبہ تھی۔۔ اور یہی روایت صحیح بخاری میں بھی ہے مگر اس میں یہ الفاظ زائد ہیں۔۔اے عائشہ۔وہ میری حبیبہ تھی۔عقلمند تھی۔۔وہ مجھ پر اس وقت ایمان لائیں جبکہ لوگ میرے دشمن ہو گئے۔اور مجھے تکلیفیں پہنچاتے تھے ۔اس وقت انہوں نے اپنے مال و دولت سے میری مدد کی۔جب کہ مجھے اس کی ضرورت تھی۔اور دوسرے لوگ مجھ سے غیریت برتتے تھے۔اور اے عائشہ۔۔میری ازواج میں سے یہ وہ معظمہ ہیں کہ جن سے خدا نے مجھے اولاد عطا کی اور اللہ نے ان کی محبت میرے دل میں بھر دی۔

رسولؐ کی اکلوتی اور چہیتی بیٹی جناب فاطمہ زہراؑ کی عمر ابھی پانچ سال کی تھی جب ہجرت سے ۳ سال قبل ۱۰ رمضان کو بی بی خدیجہؑ اس دنیا سے رحلت فرما کر اپنے معبود حقیقی کے پاس پہنچ گئیں۔رسول اللہ نے اس سال کو عام الحزن قرار دیا کیونکہ اس سال ان کے چچا اور پالنے والے جناب ابو طالبؑ نے بھی انتقال فرمایا۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اس محسنہ اسلام کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین یا رب العالمین

حشر تک انسانیت کا ارتقا مقروض ہے جس کے سب مقروض ہیں وہ مصطفےٰؐ مقروض ہے
اَقرضو کے حکم سے یہ بات ثابت ہوگئی آدمیت کیا خدیجہؑ کا خدا مقروض ہے

یہ مضمون اپنے بچوں کی معلومات کے لئے اہلسنت والجماعت کی کتابوں سے بنایا۔۔طالب دعا۔۔سیدہ زعباس برائے ۱۰ رمضان ۱۴۲۶ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ذکر جناب ابو طالب علیہ السلام

ہم نے تم کو یتیم پایا اور اپنی پناہ میں لے لیا (القرآن) الم یجدک یتیماً فاوی

یہ آیت ہمارے پیارے نبیؐ کی پرورش کے بارے میں ہے۔ پرورش کی ابوطالبؑ نے اور اللہ ان کے عمل کو اپنا عمل کہہ رہا ہے۔ کیا کبھی کسی کافر کے فعل کو بھی اللہ اپنا فعل کہہ سکتا ہے ؟ اللہ فقط فعل معصوم کو اپنا فعل کہتا ہے ---ادہر رسولؐ نے اعلان کیا۔ قولو لا الہ الا اللہ تفلحو۔ بس لا الہ الا اللہ کہو اور فلاح پا جاؤ۔ یہ ذات مصطفٰےؐ ہی تھی جس نے سب سے پہلے معرفت توحید کرائی پیغمبرؐ نے یہ نہیں کہا تھا مجھے ووٹ دو ۔ یہ نہیں کہا تھا کہ شوریٰ کا نظام بناؤ۔ پیغمبرؐ نے تخت ءاقتدار نہیں مانگا تھا۔ عرب تو خود حکومت پیش کر رہے تھے ۔ دولت پیش کر رہے تھے۔ عورت پیش کر رہے تھے اور رسولؐ صرف کہہ رہے تھے لوگو۔ کلمہ ءتوحید پڑھو ۔ کافر تو چراغ پا ہو گئے۔ بہت ہی غصے کے عالم میں گئے رسولؐ کے پاس --اور کہنے لگے--اے محمدؐ! تمہارا قانون یہاں نہیں چلے گا ۔ تمہارا خدا ایک ہے اور ہمارے خدا ۳۶۰ ہیں۔ ہمارے خداؤں کی اکثریت ہے۔ اکثریت کا قانون چلتا ہے۔ جواب ملا کہ قانون تو اللہ ہی کا چلتا ہے-- آج چلے یا کل چلے۔ رسولؐ نے کافروں کے سامنے ہتیار نہیں ڈالے ۔ کافر واپس چلے گئے اور اسلام آہستہ آہستہ بڑھنے لگا۔

اب اسلام طاقت پکڑنے لگا تو ذرا نرم ہو کر کافر آئے ۔ کہنے لگے۔ محمدؐ ایسا کرو ففٹی ففٹی کر لیتے ہیں۔ لڑائی جھگڑے کا کوئی فائدہ نہیں ۶ مہینے آپ ہمارے خداؤں کو مان لیں اور ۶ مہینے ہم آپ کے خدا کو مان لیں گے۔ بس یہ کہنا تھا کہ رسولؐ ابھی بولے بھی نہ تھے کہ تڑپ کر آیت آ گئی ۔ اے رسولؐ۔ ان کافروں سے کہہ دو جن کی تم عبادت کرتے ان کی میں عبادت نہیں کرتا (**قل یا ایھالکافرون لا اعبد۔؛ما تعبدون**)۔ رسولؐ نے صاف انکار کر دیا

اب تیسری مرتبہ رسولؐ کے پاس نہیں آئے۔ آئے رئیس مکہ کے پاس۔ محسن ءرسالت کے پاس۔ محسن ءنبوت کے پاس۔ اس ابوطالبؑ کے پاس جس کے دامن میں پناہ پا کر اسلام کی یتیمی نے جوانی کے انداز سیکھے ۔ کہنے لگے۔ ابوطالبؑ۔ اپنے بھتیجے کو منع کر لو وہ ہمارے خداؤں کو برا نہ کہے ۔ یہ نہیں کہا کہ تمہارے خداؤں کو برا نہ کہے۔ سب تاریخوں میں یہی لکھا ہے ہمارے خداؤں کو برا نہ کہے ؟ جناب ابوطالبؑ تمام کفار کو لے کر محمدؐ کے پاس آئے۔ اور کہا ۔ میرے بیٹے محمدؐ۔ یہ کافر کہتے ہیں (میں نہیں کہہ رہا) یہ کافر کہتے ہیں کہ تم ان کے خداؤں کو برا کہنا چھوڑ دو ۔ رسولؐ کہتے ہیں اے چچا۔ ان کافروں سے کہہ دیجئے ۔ میں ان کافروں کے خداؤں کا انکار کرتا رہوں گا --۔ رسولؐ کے اس جملے نے کافروں اور ابوطالبؑ کے درمیان حدءفاصل قائم کر دی ۔ یعنی یہ کافر اور ہیں اور آپ اور ہیں۔

رسولؐ کے سب سے پہلے پیغام پر ابوطالبؑ واپس آئے مگر گردن جھکا کر نہیں، بلکہ سر اٹھا کر آئے۔ ۴۰ کافروں کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر ۔ کمر پر ہاتھ رکھ کر کہتے ہیں ۔ میں معذرت چاہتا ہوں۔ میرا بیٹا محمدؐ تم سے متفق نہیں ہے مگر میں

اس سے متفق ہوں۔ یہ جملہ تاریخ میں آ گیا کہ میں محمدؐ سے متفق ہوں۔ کیا یہ متفق ہونا نبوت پر ایمان لانا ہے کہ نہیں یا صلح حدیبیہ کے دن اسلام اور رسالت پر شک کرنا ایمان ہے؟

اب کافروں نے پیشکش کی ابوطالبؑ کو کہ آپ راستے سے ہٹ جائیں۔ ہم آپ کا احترام کرتے ہیں۔ آپ کلید بردارِ کعبہ ہیں۔ جناب ابوطالبؑ نے قبضۂ تلوار پر ہاتھ رکھ دیا اور فرمایا ۔اب تو کہہ دیا۔ آئندہ نہ کہنا ۔۔۔ابن خلدون لکھتا ہے کہ ابو طالبؑ نے محمدؐ کے شانے پر ہاتھ رکھا اور کہا۔ میرے بیٹے محمدؐ۔ تم جس طرح چاہو تبلیغ کرو جب تک میرے جسم میں خون کا ایک قطرہ ہے اسلام اور رسالت پر کوئی حرف نہیں آ سکتا ۔احترام رسالت قائم رہے گا ۔مقام نبوت محفوظ رہے گا ۔محمدؐ کا پیغام باقی رہے گا ۔محمدؐ کا کلمہ باقی رہے گا۔۔

چوتھی منزل آئی۔ کافروں نے کہا اگر آپ باز نہ آئے تو سوشل بائیکاٹ کیا جائے گا۔ کس کا بائیکاٹ۔ مسلمانوں کا۔ کس نے کیا؟۔ کافروں نے ۔اب دیکھئے کافروں کے ساتھ کون کون رہا اور مسلمانوں کے ساتھ ساڑھے تین سال کس نے مشکلیں برداشت کی۔ وہ ابوطالبؑ تھا۔ شعب ابوطالب میں کوئی نہیں تھا رسولؐ کے ساتھ سوائے خاندانِ ابوطالبؑ کے۔ ان ساڑھے تین برسوں میں تمام راستے بند تھے۔ جب غلہ پانی ختم ہو گیا تو ابوطالبؑ نے اپنے ۱۴ سالہ بیٹے علیؑ سے کہا۔ محمدؐ پیاسے ہیں پانی لاؤ۔ تاریخ میں لکھا ہے علیؑ ۱۴ برس کی عمر میں اپنی پشت پر پانی کی مشک لے کر آتا ہے اور کفار کو للکار کر کہتا ہے میں ابوطالبؑ کا بیٹا ہوں جس کی ہمت ہے مجھے روک کر دیکھے ۔۔

جب ساڑھے تین برس گزر گئے تو اللہ کا نبیؐ جو وحیِ الٰہی کے بغیر کلام نہیں کرتا ۔وہ کہتا ہے ۔چچا۔ کافروں نے جو ہمارے بائیکاٹ کا معاہدہ لکھا تھا وہ دیمک چاٹ گئی صرف نام محمدؐ باقی رہ گیا ہے۔ اب کافروں سے پوچھیں اگر میری خبر سچ ہے تو معاہدہ ختم۔۔۔ ہمیں ایک جملہ بھی تاریخ میں ایسا نظر نہیں آتا کہ جناب ابوطالبؑ نے کہا ہو۔ بیٹا محمدؐ ذرا سوچ لو میں رئیس مکہ ہوں کہیں سب کے سامنے جھوٹا نہ ہو جاؤں ؟ یہی فرق ہے ابوطالبؑ کے ایمان میں۔ وحی سنی نہیں ۔معاہدہ دیکھا نہیں۔ پھر بھی ایمان رکھتے ہیں اور کچھ لوگ تو ایسے بھی گزرے ہیں کہ صلح حدیبیہ کا معاہدہ لکھا ہوا دیکھ رہے ہیں اور بدقسمتی سے رسالت میں شک کر رہے ہیں

تاریخ کہتی ہے کہ ان ساڑھے تین برسوں میں شعبِ ابوطالب میں رات کو جب خطرہ ہوتا تو محمدؐ کے بستر سے محمدؐ کو ہٹا کر ابو طالبؑ اپنے بیٹے کو لٹا دیتے۔ مجھے کائنات میں کوئی ایسا باپ دکھا دو جو اپنے بیٹے کو اپنے بھتیجے پر فدیہ کرنے کو تیار ہو سوائے ابوطالبؑ کے۔۔ ابوطالبؑ بھتیجے کو نہیں بچا رہے تھے وہ دینِ اسلام کو۔ ایمان کو بچا رہے تھے۔ اکثر تاریخوں میں بیٹوں کی جگہ علیؑ کا نام لکھا ہے حالانکہ اس وقت طالب ،عقیل، اور جعفر بھی موجود تھے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ابوطالبؑ کی ایمان پرور نگاہیں سمجھتی تھیں کہ محمدؐ کے بستر پر علیؑ کے سوا کوئی آ ہی نہیں سکتا۔ معصوم کی جگہ معصوم ہی لے سکتا ہے۔

اور جب رسول خداؐ کا عقد ہوا تو جناب ابوطالبؑ نے خطبہ پڑھا ۔حمد وثنا ہے اس لم یزل اور لایزال کے لئے جس نے ہمیں ذریت ابراہیمؑ میں پیدا کیا۔ جس نے ہمیں نسل اسمٰعیلؑ میں پیدا کیا ۔۔۔حمد وثنا ذوالجلال کی ۔۔لات ومنات کی نہیں، عزیٰ کی

نہیں ۔حمد وثناء کی اللہ کی ۔۔اور جو خطبہ ابو طالبؑ نے اپنے عقد پر پڑھا ۔الحمد للہ رب العالمین ۔تاریخ طبری میں یہ لفظ موجود ہے۔ قرآن کے نازل ہونے سے ۴۰ سال قبل یہ جملہ کہہ رہے ہیں ۔ابھی پیغمبرؐ نے ظہور نہیں کیا ۔ابھی کسی کا باپ یا دادا مسلمان نہیں ہوا تھا۔ مگر علیؑ کا باپ یہ کہہ رہا تھا۔حمد و ثناء ہے اس رب کی جو عالمین کا پالنے والا ہے۔ابو طالبؑ کی زبان سے نکلے ہوئے یہ الفاظ مشیت الٰہی کو اتنا پسند آئے کہ لوح محفوظ پر درج کر کے سورۃ الحمد کا سر نامہ قرار دیا اور ہر مسلمان کو پڑھنا پڑتا ہے تلاوت واجب کردی ۔ابو طالبؑ کے فقرے کی تلاوت نماز میں واجب کردی تا کہ مسلمان سنت ابو طالبؑ پر چلے۔۔ روزانہ نماز میں ۳۴ بار(۱۷رکعت) اور اگر سنت ابو طالبؑ پر عمل کرنا گراں بار ہو تو نماز ہی چھوڑ دے؟؟

رسولؐ اللہ کی حدیث ہے کہ تمام بچے دین فطرت پر پیدا ہوتے ہیں پھر اس کے ماں باپ اس کے پالنے والے اسے اپنے جیسا بنا دیتے ہیں ۔اگر محمدؐ کو پیدا ہوتے ہی نبی نہ مانا جائے تو یہ تو ماننا پڑے گا کہ آپ دین فطرت اسلام پر پیدا ہوئے اور پلے ابو طالبؑ کی آغوش میں اور اعلان کیا۔ قولو لا اله الا الله و تفلحو ۔تو یہ پالنے والے کی تربیت کا اثر ہے کہ نہیں۔ابو طالبؑ کی ایک عظیم فضیلت یہ ہے جس میں آدمؑ سے لے کر آج تک کوئی انسان شریک نہیں کہ کہ آپ کی گود کا ایک پلا ہوا سید المرسلین بنا اور دوسرا سید الاولیاء بنا ۔نبوت و امامت نے ایک ہی گود میں پرورش پائی ادھر مقابلے میں دو بچے ابو سفیان نے بھی پالے ایک معاویہ بنا اور ایک یزید بنا۔۔۔

ہم نے یہ معلوم کرنے کی کوشش کی کہ ابو طالبؑ کا جرم کیا ہے خطا کیا ہے تو اس کا جواب ایک شاعر نے دیا

بس اس خطا پہ اس جہاں نے تجھ کو چھوڑا ہے
کہ تیرے لعل نے ان کے بتوں کو توڑا ہے

ابو طالبؑ وہ ہے کہ جس نے اسلام بچالیا اس کا گھر اجڑ گیا لیکن اسلام آباد ہو گیا ۔جب بھی اسلام پر وقت پڑا ابو طالبؑ سامنے آئے ۔کبھی علیؑ کی صورت۔ کبھی حسنؑ کی صورت ۔کبھی حسینؑ کی صورت ۔کبھی عباسؑ کی صورت ۔کبھی علی اکبرؑ کی جوانی کی صورت اور کبھی ۶ ماہ کے بچے علی اصغرؑ کی صورت

بچہ بچہ تیرا ہر عمر میں غالب نکلا
پڑ گیا وقت تو اصغرؑ ابو طالبؑ نکلا

اپنے بچوں کی معلومات کے لئے یہ مضمون ایک عالم کی تقریر سے لکھا۔۔طالب دعا ۔سید نزر عباس ، ۱۳ اگست ۲۰۰۱ء
آج ۲ جون ۲۰۰۳ کو اس مضمون میں جہاں جہاں علیہ السلام رہ گیا تھا اس کی تصحیح کردی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ذکرِ رسول خداؐ اور جناب ابو طالبؑ

یہ عشق یہ اشعار یہ شہرت یہ خطابت زہراؑ کی عطا ہے نہ کہ شوکت کا ہنر ہے
جھک جھک کے جو ملتے ہیں مجھے اہلِ زمانہ یہ سب درِ شبیرؑ پہ جھکنے کا اثر ہے

اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کے بعد حضرات محمدؐ وآل محمد علیہم السلام پر درود وسلام

سال میں ایک ہفتہ ایسا آتا ہے جس میں شیعہ سنی ایک ہو جاتے ہیں۔ یہ ہفتہ ۱۲ سے ۱۷ ربیع الاول تک منایا جاتا ہے۔ میلاد النبی کے حوالے سے۔ میرا کہنا ہے کہ اگر میلاد النبیؐ منانا ہی ہے تو اس وقتِ میلاد سے ہی سے رسول کو نبیؐ مانو۔ عید میلاد النبی کی تاریخ بارہ یا سترہ تاریخ کو مانا جاتا ہے۔ اب سنی شیعہ میں کوئی خاص فرق تو نہیں ۔ س سے سنی اور ش سے شیعہ۔ اور تاریخ میں بھی صرف ۵ کا فرق ہے۔ بس ذرا سا فرق ہے۔

سب مسلمان جو کرتے ہیں نبیؐ کی مدحت ذکرِ سرکار منانے میں مزا آتا ہے
آپ ۱۲ کو منا لیتے ہیں ہم ۱۷ کو ۵ کا فرق تو صدیوں سے چلا آتا ہے

اسلام کے وجود میں پہلی بہار ہے وجودِ مصطفیٰؐ کے صدقے میں۔ ہمارے بھائیوں کی کتابوں میں ہے کہ عرب کے معاشرے میں کچھ مہینے ایسے ہوتے تھے جس میں بچوں کی ولادتیں ہوا کرتی تھیں۔ دور دراز سے عورتیں مکہ آتی تھیں اور بچوں کو پرورش کے لئے لے جاتی تھیں۔ اور جب بچے چلنے کے قابل ہو جاتے تھے تو انہیں والدین کو واپس دے جایا کرتی تھیں۔ اور اس کی اجرت لے لیتی تھیں۔ یعنی کسی کے بچے پال کر اپنے بچے پالا کرتی تھیں۔

جب ہمارے رسولؐ پیدا ہوئے تو کچھ مستورات ایک گاؤں سے مکہ کی طرف چلیں۔ اُن کے پاس اچھے اچھے گدھے تھے۔ ایک غریب عورت تھی اس کے پاس ایک بیمار گدھا تھا۔ اچھے گدھوں والی پہلے مکہ پہنچ گئیں۔ اور ایک بیمار گدھے والی بعد میں پہنچی۔ پہلے پہنچنے والیوں کے حصوں میں امیروں کے بچے آگئے۔ اور جس کا بیمار گدھا تھا اس کے حصے میں عبداللہ کا یتیم بچہ آگیا۔ وہ اس بچے کو لے کر چلی۔ جونہی گدھے پر سوار ہوئی ۔ گدھا تندرست ہو گیا۔ گدھا ٹھیک ہو گیا۔ اچھے گدھے پیچھے رہ گئے۔ میرے بھائیوں نے اپنی کتابوں میں لکھا ہے کہ گدھے کو پتہ چل گیا تھا کہ اس پر اللہ کا رسولؐ سوار ہے۔ اب مجھے سمجھ نہیں آرہی کہ انہیں گدھا کہوں یا اُسے گدھا کہوں۔ چالیس دن کا محمدؐ گدھے پر سوار ہوا تو گدھے کو پتہ چل گیا کہ یہ اللہ کا رسولؐ ہے اور یہ کیسے گدھے تھے کہ ان کو چالیس سال تک پتہ نہ چل سکا کہ محمدؐ اللہ کا رسولؐ ہے۔

بی بی حلیمہ سعدیہؓ بچے کو لے کر چلیں۔ (ہماری کتابوں میں یہ ذکر نہیں ہے)۔ بی بی حلیمہؓ نے محسوس کیا کہ بچہ بھوکا بھی ہے اور

پیاسا بھی ہے۔انہوں نے ارادہ کیا کہ بچے کو دودھ پلائیں۔حلیمہ سعدیہؑ کا ایک چشمۂ شیر بند تھا۔ایک سے دودھ بہتا تھا۔بقول ہمارے بھائیوں کے۔کہ جدھر سے دودھ بہتا تھا دائی حلیمہؓ نے بچے کا منہ اُدھر کر دیا۔نبیؐ نے اپنا منہ ہٹالیا۔بار بار منہ اُدھر کیا مگر منہ ہٹالیا۔تو تنگ آ کر بی بی حلیمہؓ نے بچے کا منہ اُدھر کر دیا جہاں سے دودھ جاری نہیں تھا۔کہ پی سکتا ہے تو پی۔ادھر محمدؐ کے لب لگے کہ دودھ کی نہر جاری ہوگئی۔محمدؐ نے جی بھر کر دودھ پی لیا۔علماء نے سیرت النبیؐ میں ایسا ہی لکھا ہے۔کہ محمدؐ کی غیرت نے گوارا نہیں کیا کہ جس چشمۂ شیر کو کافر بچوں کے منہ لگے ہوں۔میں اس سے پی لوں۔ہم اس سیرت کے لکھنے پر قربان اور آپ کی سیرت پر بھی قربان۔آپ یہ بتائیں کہ یہ چالیس دن کا محمدؐ اتنا غیرت مند کہ اس نے اُس شیر کو منہ نہیں لگایا جس کو کافر بچوں کے منہ لگے تھے۔ارے جوانی کے محمدؐ کو کیا ہوگیا کہ وہ ۱۷ سال تک ابو طالبؑ کے گھر کھانا کھاتا رہا۔یقیناً ابو طالبؑ مومن تھے اور مومن ہی نہیں تھے بلکہ کل ایمان کے باپ تھے۔

علامہ شبلی نعمانی فرماتے ہیں کہ نبیؐ سے پیار کرنے والے سبھی مسجدِ نبوی میں بیٹھے تھے۔ایک کافر یمن سے آیا۔کچھ کا جاننے والا تھا۔حضورؐ سے کہنے لگا یہ سونے اور چاندی سے بنی ہوئی چادر آپ کے لئے یمن سے لایا ہوں۔اسے قبول فرمایئے۔نبیؐ نے فرمایا پہلے تو کلمہ پڑھ۔اُس نے کہا میں کلمہ تو نہیں پڑھتا۔تو نبیؐ نے کہا میں لیتا بھی نہیں۔اصرار بہت کیا مگر نبیؐ نے نہیں لیا۔ایک صاحب تھے کہنے لگے۔یا رسولؐ اللہ۔اب لے بھی لیں بیچارہ اتنی محبت سے اتنی دور سے لے کر آیا ہے۔مجھے دے دیجیئے گا۔میں رکھ لوں گا۔میں جو آپ کا نوکر ہوں۔نبیؐ نے کہا۔خاموش۔کبھی نہیں لوں گا۔ اگر اُس نے روز قیامت کافر مرنے کے بعد کہہ دیا کہ محمدؐ۔تو میری چادر کا مقروض ہے۔میری شفاعت فرما۔پھر میں کیا کروں گا۔ میں کہتا ہوں۔اے مسلمانو! یہ جملہ لکھتے ہوئے تمہارا قلم ڈرا نہیں کہ جو محمدؐ ایک کافر یہودی سے اس ڈر سے چادر نہیں لے رہا ہے کہ کہیں یہ نہ کہہ دے کہ شفاعت فرما۔اگر ابو طالبؑ نے کہہ دیا تو ۱۷ سال میرے گھر روٹی کھاتا رہا۔یقیناً ابو طالب ایک مومن تھے۔جنہوں نے رسولؐ کو پالا اور ان کی حفاظت کی۔

انبیاء کے عظیم سلطان کو دعا دو

اگر محمدؐ کے کلمہ گو ہو تو مل کے عمرانؑ کو دعا دو ۔۔۔ منافقت سے پرے پرے ہو تو کل ایمان کو دعا دو

اگر محمدؐ کو اس کی گودی میں مسکن زندگی نہ ملتا ۔۔۔ بھٹکنے والے بھٹکتے رہتے پلا پلایا نبیؐ نہ ملتا

منقبت سرکار بھی سن لیجیے

مدح سرکار کا سامان کہاں سے لاؤں

مصطفےٰؐ سا کوئی عنوان کہاں سے لاؤں

ناز کرنے پہ اگر ٹھہر بھی جائے میرا دل ۔۔۔ میں بھلا جراءت یزدان کہاں سے لاؤں

منکر ذاتِ محمدؐ کو نہیں مانوں گا

میں کسی کفر کو ایمان کہاں سے لاؤں

دل کا دل ہے کہ کروں ثنائے سرورؐ   کیا کروں وسعتِ قرآن کہاں سے لاؤں

دیکھنا چاہتا ہوں سرکار کی چوکھٹ کے فقیر

قنبرؓ و بوذرؓ سلمانؓ کہاں سے لاؤں

خلد میں پہنچنا چاہے جو محمدؐ کے بغیر   اس قدر بھی دلِ نادان کہاں سے لاؤں

آج بھی آتی ہے توحید کے پردے سے صدا

مصطفےؐ سا کوئی مہمان کہاں سے لاؤں

تیرے دل میں جو نہیں عشقِ محمدؐ کا شعور   تیری بخشش کا میں امکان کہاں سے لاؤں

دل تو ہے خطبہء سرکارِ رسالت بھی سنوں

کیا کروں منبر و پالان کہاں سے لاؤں

فتح مکہ پہ حبشی کے لبوں سے جو نکلی   ایسی محبت بھری آذان کہاں سے لاؤں

جب مکہ فتح ہو گیا تو حضورؐ نے بلالؓ سے کہا کہ کعبے کی چھت پہ کھڑے ہو کر اذان دو ۔حکم ملتے ہی بلال تیزی سے چلا۔ چھت پر پہنچا۔ اور پریشان کھڑا ہو گیا۔ سوچنے لگا کیا کروں ہمیشہ تو کعبے کی طرف منہ کر کے اذان دیتا تھا آج تو کعبے چھت پر ہوں۔ بلالؓ مشکل میں پڑ گیا۔ اب ڈائرکٹ اللہ سے پوچھ لیتا ،ڈائرکٹ اللہ سے مدد لے لیتا۔ اللہ کے گھر کی چھت پہ کھڑا تھا۔ آواز دی۔ یا رسولؐ اللہ میں تو مشکل میں پڑ گیا ہوں۔ روز اذان دیتا تھا کعبے کی طرف منہ کر کے ۔اب منہ کدھر کروں۔ نبیؐ نے کہا ۔اس کی مشکل ابھی حل کرتے ہیں علیؑ کہاں ہیں۔ نادِعلیاً مظہر العجائب۔۔۔علیؑ کو بلاؤ۔ علیؑ آئے۔ رسولؐ نے علیؑ کو ساتھ لیا۔ چلو بلالؓ کی مشکل حل کرنی ہے۔ کعبے کی چھت کے نیچے آئے۔ اور کہا۔ بلالؓ۔ علیؑ اور میری طرف دیکھ کر اذان دو۔ حقیقتِ کعبہ تو ہم دونوں ہیں۔

۲۰۰۸/۸/۲۷   p43.35

.................-------------------------.................

(اپنے بچوں کے لئے شوکت رضا شوکت کی ایک تقریر سے یہ مضمون بنایا۔ طالب دعا۔ سید نذر عباس۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جناب ابو طالبؑ کی زندگی

پر مولانا صادق حسن صاحب کی تقریر سے اقتباس

ہمارے رسولؐ کے تشریف لانے سے پہلے عربوں کی حالت بہت ابتر تھی اگر اسلام کو ابتدا میں کچھ ایسے محسن نہ مل جاتے جنہوں نے اسلام کی مدد کی تو اسلام آج ہمارے سامنے نہ پہنچ سکتا۔ جناب ابو طالبؑ محسن ءاسلام ہیں۔ آپ کی ولادت ۵۳۵ء میں ہوئی رسولؐ کی ولادت کے وقت آپ کی عمر ۳۰ سال تھی۔ ۴۳ سال کی عمر میں آپ کے والد جناب عبدالمطلبؑ کا انتقال ہو گیا اور رسولؐ ان کے ساتھ آ کر زندگی گزارنے لگے۔ ۶۳۰ء میں ۸۶ سال کی عمر میں جناب ابو طالبؑ کا انتقال ہو۔ اس وقت اعلان رسالت کو ۱۰ سال ہو گئے تھے اور رسول اللہؐ کی عمر ۵۰ سال ہو چکی تھی۔ روایات کے مطابق رجب کے آخر یا ۲۶ ربیع الاول کو جناب ابو طالبؑ کا انتقال ہوا اور اس کے ۳ دن یا ۳۵ دن بعد اسی سال محسنہ ءاسلام ام المومنین جناب خدیجۃ الکبرا سلام اللہ علیہا کا انتقال ہوا۔ اور رسولؐ نے اس سال کا نام عام الحزن رکھا۔ (غم کا سال)

جناب ابو طالبؑ کا نام ان کے والد نے دادا کے نام پر عبدءمناف رکھا۔ عربوں میں کسی کا نام لینا توہین سمجھا جاتا ہے لہٰذا بیٹے یا بیٹی کے نام سے بلایا جاتا ہے اسی لئے آپ کی کنیت ابو طالبؑ تھی کیونکہ آپ کے بیٹے کا نام طالب تھا۔ بعض روایات میں آپ کا نام عمران بھی پایا جاتا ہے۔ لہٰذا جہاں آل عمران آتا ہے اس سے مراد ابو طالبؑ کی اولاد لیا جاتا ہے۔ یہ قانون قدرت ہے کہ پیغمبر کی نسل میں کوئی کافر یا مشرک نہیں ہو سکتا۔ آپ کے دادا عبدالمطلبؑ مکہ کے سردار تھے۔ آپ کی والدہ کا نام فاطمہ؟ تھا۔ آپکی صرف ایک شریک حیات تھیں جن کا نام فاطمہؑ بنت اسدؑ ابن ہاشمؑ تھا۔ اللہ نے آپ کو سات اولادیں دیں۔ ۴ لڑکے اور ۳ لڑکیاں۔ طالب۔ عقیل۔ جعفر اور علی۔ ام ہانی۔ رمانہ اور عفیفہ۔ طالب کے کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ یہ رسول اللہؐ سے بے حد محبت کیا کرتے تھے اور اسی سال پیدا ہوئی تھے جس سال رسول اللہؐ پیدا ہوئے۔

جنگ بدر میں سفیان سب مکہ والوں کو لے کر چلا تھا طالب اسی انتظار میں تھے کہ جنگ نہ ہو اور جب جنگ شروع ہو گئی تو آپ نے اپنے کو سمندر میں غرق کر لیا کہ تلوار نہیں نکالوں گا۔ آپ کے دوسرے بیٹے جناب عقیلؑ ۵۸۰ء میں پیدا ہوئے جو ۶ھ میں صلح حدیبیہ میں رسولؐ کے پاس آئے۔ تیسرے بیٹے جعفر طیار اولین اسلام لانے والوں میں سے ہیں۔ ایک دن جناب ابو طالبؑ نے علیؑ کو نماز پڑھتے دیکھا تو فرمایا بیٹا جعفر تم بھی اپنے بھائی کے ساتھ جا کر رسولؐ کے پیچھے نماز کیوں نہیں پڑھتے۔ رسولؐ نے بعثت کے پانچویں سال آپ کو حبشہ بھیجا۔ کفار کی ایک جماعت بھی وہاں ان کے پیچھے پہنچ گئی اور نجاشی بادشاہ سے کہا یہ ہمارے مجرم ہیں۔ نجاشی نے کہا پہلے میں خود بات کروں گا۔ مکہ کے کافروں اور مسلمانوں سے مقابلہ ہوا۔ جعفر طیارؑ نے اپنی تقریر میں اسلام کے عقیدے کی تشریح کی اور اسلام کی بنیادی باتیں سن کر بادشاہ نجاشی فوراً مسلمان ہو گیا۔ پھر جعفر طیارؑ ہجرت کے ساتویں سال مدینہ پہنچے جب علیؑ مرحب و عنتر کو قتل کر کے خیبر فتح کر چکے تھے تو پیغمبر کی زبان سے فقرہ نکلا۔ میں خیبر کے فتح ہونے کی خوشی

مناؤں یا جعفرؑ کے آنے کی۔۔۔

جعفرؑ جنگ موتہ میں شہید ہوئے ۔حدیث رسول ﷺ ہے کہ جعفر کے دونوں ہاتھوں کے بدلے میں اللہ نے ان کو دو پر عطا کئے ہیں اور وہ ملائکہ کے ساتھ جنت میں اڑتے رہتے ہیں۔ جعفر کی شہادت ۴۱ سال کی عمر میں ہوئی آپ کے ۸ بیٹے تھے ان میں سے دو جناب محمد اور جناب عبداللہ ابن جعفرؑ طیار حضرت علیؑ کے داماد تھے اور بی بی زینبؑ و ام کلثومؑ کے شوہر تھے ۔جناب ابوطالبؑ کی بڑی بیٹی کا نام ام ھانی (ہندیا فاطمہ) تھا جن کے گھر سے رسول ﷺ کو معراج ہوئی تھی رمانہ اور عصمہ کی زیادہ تفصیل نہیں ملتی ۔

جناب ابوطالبؑ کے ۱۱ بھائی اور ۶ بہنیں تھیں ۔۲ سگے بھائی عبداللہؓ اور زبیرؓ تھے۔ آپ نے نہ کبھی شراب پی نہ جوا کھیلا ۔ صرف ایک ہی شادی کی ۔حضرت ابراھیمؑ کے دین پر ثابت قدم تھے جناب عبدالمطلبؑ کے انتقال کے بعد آپؑ کو مکہ کی مسند ملی تھی ۔سردارِ مکہ بنے اور سقایہ اور حاجیوں کے کھانے پینے کے انتظام کا عہدہ ملا۔ حاجیوں کی سہولت کی خاطر اپنے منصب کو چھوڑنا پڑا۔ شروع کے ۲ یا ۳ سال جناب ابوطالبؑ بہت غربت کے دن گزار رہے تھے۔ اگلا سال آیا تو حضرت عباسؓ سے ۱۰ ہزار درھم قرضہ لیا اور تیسرا سال آیا تو پھر ان سے حاجیوں کی خدمت کے لئے قرضہ لیا۔ اس دفعہ ۱۴ ہزار درھم قرضہ لیا کہ اگر آئندہ سال تک واپس نہ کیا تو یہ دونوں عہدے حضرت عباسؓ کے ہاتھ میں آجائیں گے۔ اور یہی ہوا

بنی ھوازن اور قریش کی جب جنگ ہوئی تو جس دن ابوطالبؑ آجاتے تھے یہ شرط لگا کر کہ کسی پر زیادتی نہ کرنا۔ ظلم نہ کرنا۔ رشتہ داروں کے حقوق کو نہ توڑنا۔ کسی کو بہتان نہ لگانا تو اس دن قریش جنگ جیت جاتے تھے جب کہ آپ صرف وہاں موجود ہوتے تھے

ایک دفعہ مکہ میں بہت زبردست بارش ہوئی دیواریں بہہ گئیں ۔کعبے کی بنیادوں میں سے اژدھا نکلا۔ قریش گھبرا گئے۔ کیونکہ یہی ان کی انکم کا ذریعہ تھا۔ ابوطالبؑ سے رجوع کیا ۔آپ نے حکم دیا کہ کعبے کی تعمیر میں حلال کے پیسے لگائے جائیں۔ اس وقت حلال کے پیسے لوگوں کے پاس بہت کم تھے پورا کعبہ نہیں بن سکتا تھا لہذٰا حلال کے پیسے سے جتنا بن سکتا تھا بنایا گیا۔ آج بھی وہ نشانی موجود ہے جو قیامت تک باقی رہے گی

جناب ابوطالبؑ کے گھر میں جب دسترخوان بچھایا جاتا تھا تو پہلے پیغمبرؐ ہاتھ لگایا کرتے تھے تب بچے لقمہ توڑتے تھے ۔رسولؐ ابھی ۹ سال کے تھے کہ مکہ میں بارش نہیں ہوئی۔ کوئی صورت کارگر نہ ہوئی تو کسی نے مشورہ دیا کہ ابراھیمؑ کا بیٹا موجود ہے ۔لوگ ابوطالبؑ کے پاس آئے اور آپ کو خانہ خدا کی طرف لے گئے ۔آپ نے رسولؐ کو بٹھایا اور ان کی انگشت شہادت بلند کی اور لوگوں سے کہا آسمان کی طرف دیکھو۔ بادل آگئے ۔اور خوب بارش ہوئی۔

جب رسولؐ ۱۲ سال کے ہوئے تو وہ قافلے کے ساتھ شام گئے ۔قافلہ ایک جگہ چرچ کے پاس رکا۔ بحیرہ راہب باہر آیا اور اس نے کہا کہ قافلہ کیا مکہ سے آیا ہے ؟ سب کو لے آؤ اور ہمارے ساتھ کھانا کھائیں ۔سب آگئے سوائے رسولؐ کے۔ راہب نے کہا سب آگئے؟ لوگوں نے کہا۔ ہاں مگر ایک بچہ ہے جس کو سامان کی حفاظت کے لئے چھوڑ دیا گیا ہے۔ بحیرہ نے رسولؐ کو بلوایا اور آپ سے جسمانی غذا کے بارے میں سوالات کئے ۔پوچھا کس کا بیٹا ہے۔ لوگوں نے کہا ابوطالبؑ کا ۔ بحیرہ نے کہا یہ ابوطالبؑ کا بیٹا نہیں ۔

اس کے آثار بتا رہے ہیں کہ اس کا باپ زندہ نہیں ۔یہ اللہ کا رسول ہے۔اس کو یہودیوں سے بچانا۔وہ اسے قتل کرنا چاہیں گے۔
رسولؐ نے ۴۰ سال کی عمر میں جب اعلان رسالت کیا تو سارے قریش دشمن ہوگئے لیکن ابوطالبؑ کے ڈر سے رسولؐ کو اذیت نہیں دے سکتے تھے کیونکہ محافظ ابوطالبؑ تھے۔آپ کی وفات کے بعد رسول اللہؐ کے یہ جملے تاریخ میں ملتے ہیں۔چچا ابوطالبؑ کی وفات کے بعد مکہ کی زمین مجھ پر تنگ کردی گئی

جناب رسول خداﷺ جناب عقیلؑ کی بڑی عزت کیا کرتے تھے ۔ایک دن لوگوں نے پوچھا۔یارسولؐ اللہ۔آپ جناب عقیلؑ کی اتنی زیادہ عزت کیوں کرتے ہیں؟آپ نے فرمایا کیونکہ میرے چچا ابوطالبؑ ان کی عزت کیا کرتے تھے۔ جناب ابو طالبؑ ایک اچھے شاعر بھی تھے ۔آپ نے ۸۰ سے زیادہ شعر بارش کے واقعہ پر پڑھے تھے۔ میدانء بدر میں ابوطالبؑ کا قصیدہ قریش کے کافروں کے دفن کے وقت عبداللہ ابن مسعودؓ نے پڑھ کر سنایا۔ ۲۷اور ۲۸ صفر کی رات کو رسولؐ کے آخری وقت بیٹی باپ کے پاس بیٹھی ہوئی تھیں۔ بی بی فاطمہؑ نے باپ کو آرام پہنچانے کے لئے جناب ابوطالبؑ کے شعر پڑھنا شروع کردیئے اگر ابوطالبؑ نہ ہوتے تو اسلام کا پیغام لا الہ الا اللہ پہلے ہی اسٹیج پر دبا دیا جاتا۔ایک دن عبداللہ ظفری نے رسولؐ کے چہرے پر گوبر مل دیا۔جناب ابوطالبؑ نے اپنے چھوٹے بھائی حضرت حمزہؓ سے گوبر اور خون ملوایا اور کہا سب کے چہروں پر یہ مل دو۔ابوجہل اور ابو سفیان کے چہروں پر بھی ملا گیا

قریش نے طے کیا کہ سب مکہ والے رسولﷺ کے خاندان کا بائیکاٹ کردیں۔جناب ابوطالبؑ ۴۰ آدمیوں کو لے کر شعبء ابوطالب میں آگئے جس جگہ کا نام آج کل سوق اللیل ہے اور ساڑھے تین سال مصیبت کے دن برداشت کئے۔آپ نے ۸۶ سال کی عمر میں وفات پائی ۔جن راویان نے ابوطالبؑ کو کبھی دیکھا ہی نہیں اور ان کے زمانے میں وہ موجود نہ تھے ان کی گھڑی ہوئی روایات کو بنیاد بنا کر جناب ابوطالبؑ پر تہمت لگائی جاتی ہے ۔مسیّب وہ راوی ہے جس کی روایت کو کوئی اہمیت نہیں دی جاتی ہے۔امام زہری اور سعید کا زمانہ الگ الگ ہے۔ابوھریرہ کہتے ہیں کہ وہ ۷ ہجری میں مسلمان ہوئے وہ مکہ تو کبھی گئے ہی نہیں۔کیونکہ رسولؐ کی حفاظت ابوطالبؑ نے کی تھی جیسے کسی بنک کا چوکیدار سونے چاندی سیف وغیرہ کی حفاظت کے لئے بیٹھا ہو تو وہ چور اور ڈاکوؤں کو کھٹکتا ہے کہ سونے چاندی سے تو سب کو محبت ہے مگر یہ حفاظت کیوں کر رہا ہے ؟ اسی لئے وہ اس کے دشمن ہو جاتے ہیں ۔یہی مثال ابوطالبؑ کی ہے کہ وہ اور اس کی اولاد محمدؐ اور اس کے دین کی حفاظت کیوں کرتے ہیں اس بات سے جل بھن کر یہ روایات اموی خاندان کی سرپرستی میں بنائی گئیں۔

جناب عباسؓ سے روایت ہے کہ آپ نے جو وصیتیں کی وہ یہ تھیں۔خانہ کعبہ کی تعظیم کرنا۔رشتہ داروں کے حقوق کا خیال رکھنا۔ ہمیشہ سچ بولنا ۔امانت عطا کرنا۔ سائل کو کبھی نہ ٹالنا ۔ کسی کی دعوت کو رد نہ کرنا۔اور اے اولادء ہاشم میرے بھتیجے محمدؐ کے دامن کو نہ چھوڑنا۔اور اس کے بعد آپ نے رسولؐ کے چہرے کو دیکھا اور اس دنیا سے رخصت ہوگئے۔جب آپ کا جنازہ اٹھا تو ہمارے رسولؐ اس کے پیچھے پیچھے روتے ہوئے چل رہے تھے۔آپ کو مقام حجون میں دفن کیا گیا ۔آپ کی وفات کے بعد رسولؐ کی حفاظت کی ذمہ

داری آپ کے بیٹے علیؑ پر آئی ۔

اور جب بھی دین اسلام پر وقت آیا صرف ابوطالبؑ ہی کی اولاد بہو بیٹیاں تھیں جنہوں نے قربانیاں دی اور اپنا خون دے کر اسلام بچایا۔ چاہے ۶ ماہ کے اصغرؑ کا گلہ ہو یا عباسؑ کے بازو ہوں اکبرؑ کا کلیجہ ہو سکینہؑ کے گوہر ہوں یا زینبؑ کی چادر ہو۔

(اپنے بچوں کی معلومات کے لئے مولانا صادق حسن کی تقریر سے اختصار کیا گیا)۔۔۔سید نذر عباس۔۔۔۱۵ اگست ۲۰۰۱ م)

کے بانی اللہ کے محبوب ترین رسول کا نکاح ایک کافر کیسے پڑھ سکتا ہے ــــــــ رسول کی تربیت اور حفاظت جناب ابو طالب نے کی ــــ رسول کون ــــ اللہ کا پاک نبی ــــ جیسے ایک انسان یہ گوارا نہیں کرتا کہ قرآن پاک کو کسی نجس کپڑے میں رکھے ــــ اسی طرح اللہ کو کس طرح گوارا ہو سکتا ہے کہ اس کے محبوب اور پاک نبی کی حفاظت اور پرورش کوئی کافر کرے ــــ اللہ نے اپنے رسول کو ابو طالب کے حوالے کیا ــــ اور اسی پر اکتفا نہیں کیا ــــ بلکہ ابو طالب کے دو خطبوں کو اتنا پسند کیا کہ قرآن میں پہلی اور آخری آیت کی ابتدا بھی ان ہی الفاظ میں کی ــــ پہلا جملہ تھا

الحمد اللہ رب العالمین

دوسرا جملہ دوسرے خطبہ میں تھا ــــــــ

قل اعوذ برب الناس ــــــــ

یہ دونوں جملے ابو طالب (ع) نے قرآن کے نزول سے پہلے اپنے خطبوں میں کہے ــــ اب ماننا پڑے گا کہ قرآن تو اس وقت تک اترا ہی نہیں تھا تو یا تو اللہ کو ابو طالب کے یہ جملے اتنے پسند آئے کہ جزؤ قرآن بنا دیا ــــ یا پھر ابو طالب اس درجے پر فائز تھے کہ اس دنیا میں رہتے ہوئے لوح محفوظ کا مطالعہ کرتے تھے ــــ اور قرآنی آیات کو لوح محفوظ پر لکھا ہوا پڑھ لیتے تھے ــــ

جناب ابو طالب امیر عرب اور شیخ بطحیٰ کہلاتے تھے اور اس وقت کی دنیا کی سب سے بڑی تاجرہ جناب خدیجہ آلکبرا تھیں ــــ جن کے نوے ہزار اونٹ مال تجارت لیکر ایک سمت میں شام اور نوے ہزار اونٹ دوسری سمت میں ایران و ہند کے لئے ہر وقت رواں دواں رہتے تھے ــــ اکثر اپنا مال راہ خدا میں غریبوں مسکینوں اور یتیموں میں تقسیم کر دیا کرتی تھیں ــــ لیکن پھر بھی اس وقت کے عرب عادتاً چور اور ڈاکو تھے اور اکثر جناب خدیجہ آلکبرا کا مال لوٹ لیا کرتے تھے ــــ ایک دن بی بی خدیجہ نے امیر عرب ــــ شیخ البطحیٰ ــــ جناب ابو طالب سے درخواست کی کہ کوئی ایسا انتظام کر دیجئے کہ میرے مال پہ ڈاکہ نہ پڑے ــــ جناب ابو طالب نے عرب کے تمام علاقوں کے امیروں کا مکہ میں اجتماع بلایا ــــ اور اس میٹنگ میں آپ نے ان سے یہ نہیں کہا کہ تم چوری نہ کرو ــــ ڈاکے نہ ڈالو ــــ بلکہ یہ کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ تم سب مل کر تجارت کرو ــــ لہذا جس کے پاس جتنا مال ہے ــــ لے آئے اور جناب خدیجہ کے مال میں تجارت میں شامل دے ــــ اور نفع نقصان میں شامل ہو جائے ــــ اب کوئی ایک اونٹ مال لایا اور کوئی دو چار اونٹ اور ان کو نوے ہزار اونٹوں کے بی بی خدیجہ آلکبرا کے مال کے ساتھ ملا دیا گیا ــــ نتیجہ یہ نکلا کہ وہی عرب جو بی بی خدیجہ کے مال پر ڈاکہ ڈالتے تھے وہ اس مال کے محافظ بن گئے ــــ جب بھی ان کے علاقے سے اونٹوں کا قافلہ گزرتا تو وہ اسکی باقاعدہ حفاظت کرتے کیونکہ ان کا مال بھی اس میں شامل ہوتا تھا ــــ دنیا میں سب سے پہلے مل کر تجارت کرنے کا طریقہ جناب ابو طالب نے سکھایا ــــ ابو طالب کے اس احسان کی خدا نے قرآن میں اس طرح تعریف کی کہ سورہ "قریش" نازل کیا ــــ اور ابو طالب کے اس احسان کو خدا نے رب کعبہ کے احسان کا نام دیا ــــ

بسم اللہ الرحمان الرحیم ۔ لایلاف قریش "الافهم ۔ رحلۃ الشتاء و الصیف ۔ فلیعبدو رب هذا البیت ۔۔ الذی اطعمهم من جوع" ۔ و امنهم من خوف ــــــ

خدائے مہربان و رحیم کے نام سے شروع کرتا ہوں ــــــ قریش نے سردی اور گرمی کے سفر کے لئے جو آپس میں (محبت کی) کمپنی بنائی ہے (یہ تیرے رب کا احسان ہے) ــــ لهذا تو اپنے رب کعبہ کی عبادت کر جس نے تجھے بھوک اور خوف سے امن عطا کیا ــــ

ــــــ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرت ابو طالب علیہ السلام

جناب رسول خدا کی پرورش ۸ سال کی عمر تک ان کے دادا جناب عبدالمطلبؑ نے کی ۔ شبلی نعمانی اپنی کتاب میں لکھتے ہیں کہ جناب عبدالمطلبؑ نے بیاسی سال کی عمر میں وفات پائی اور مکہ مکرمہ میں حجون میں دفن ہوئے جسے آج کل جنت المعلیٰ کہا جاتا ہے اس وقت آنحضرت کی عمر ۸ سال کی تھی اور جنازے کے ساتھ آپ روتے جارہے تھے ۔

مرنے کے وقت جناب ابو طالبؑ کے حوالے رسول اللہ کو کیا گیا اگر چہ جناب ابو طالبؑ دس بھائی تھے ۔ رسولؐ کے والد جناب عبداللہ اور جناب ابو طالبؑ ایک ماں سے تھے ۔ دونوں کی والدہ فاطمہؑ بنت عمر مخزومی تھیں ۔ جناب فاطمہ بنت اسدؑ سے روایت ہے کہ جب جناب عبدالمطلبؑ پر آثار موت ظاہر ہوئے تو آپ نے اپنے لڑکوں سے دریافت کیا کہ میرے فرزند محمدؐ کی کفالت کون کرے گا ۔ سب نے کہا کہ ہم سب سے زیادہ سمجھدار تو یہ خود ہیں ان ہی سے دریافت کر لیجیے ۔ اس پر جناب عبدالمطلبؑ نے کہا محمدؐ ۔ تمہارا دادا تو قیامت تک کے لئے تم سے رخصت ہوتا ہے ۔ اب تم اپنے چچا یا پھوپھی میں سے کس کی کفالت میں رہنا پسند کرتے ہو ۔ محمدؐ نے سب کی طرف نظر کی پھر دوڑ کر ابو طالبؑ کے پاس آگئے ۔ تب جناب عبدالمطلبؑ نے فرمایا ۔ بیٹا ابو طالبؑ ۔ میں تمہاری دیانت اور امانت سے اچھی طرح واقف ہوں دیکھو تم بھی محمدؐ کے ساتھ اسی طرح مہربان اور سینہ سپر ثابت ہونا جیسے میں رہا ہوں ۔۔۔

پھر جناب ابو طالبؑ نے آنحضرت کی پرورش فرمائی ۔ ہمیشہ اپنے ساتھ سلاتے تھے ۔ جب ذرا رسولؐ بڑے ہوئے تو راتوں کو اس ڈر سے کہ کہیں کافر رسولؐ پر حملہ نہ کر دیں آپ اپنے کسی بیٹے کو اٹھا کر رسولؐ کے بستر سے بدل دیا کرتے تھے تاکہ بے شک میرا بیٹا مارا جائے لیکن رسولؐ بچ جائیں ۔ ایسی حفاظت اور تربیت رسولؐ کی کی کہ عام طور پر باپ بھی ایسی تربیت نہیں کرتے ۔ ابو طالبؑ کے اس عمل کو اللہ نے اپنا عمل کہا ہے کہ اے رسولؐ ہم نے تم کو یتیم پایا اور اپنی حفاظت میں لے لیا ۔ رسول اللہ کو بالکل معلوم نہ ہو سکا کہ ان کے دادا اور ماں آمنہ کا انتقال ہو گیا اس طرح سے جناب فاطمہؑ بنت اسد اور جناب ابو طالبؑ نے آپ کی پرورش کی ۔ کھانے پینے پہننے اور جملہ اسباب راحت میں آپ کو اپنے اہل و عیال پر مقدم رکھا گیا ۔

جناب ابو طالبؑ کو امیر مکہ اور محافظ کعبہ کی حیثیت سے بھی بزرگی حاصل تھی اور آپ ہر سال ایک قافلہ ملک شام اور یمن لے کر جایا کرتے تھے ۔ جب آنحضرت ۱۲ سال کے ہوئے تو آپ نے اپنے چچا سے درخواست کی کہ وہ بھی ان کے ساتھ سفر تجارت میں جائیں گے راستے میں بصرہ میں ایک راہب بحیرہ سے ملاقات ہوئی اس نے جناب ابو طالبؑ سے کہا یہ لڑکا سیدالمرسلین ہے ۔ لوگوں نے پوچھا تم نے کیسے جانا ۔ اس نے کہا جب تم لوگ پہاڑ سے اترے تو جس قدر درخت اور پتھر تھے سب سجدے کے لئے جھک گئے ۔۔ لہذا جلد اس لڑکے کو وطن واپس لے جاؤ اور اسے یہودیوں سے بچاؤ ۔ غرض جناب ابو طالبؑ بصرہ ہی میں اپنا مال بیچ کر واپس مکہ آگئے (تاریخ کامل ج ۲ ص ۴۳)

ایمان ابو طالبؑ کو سمجھنے کے لئے ہم آپ کا وہ خطبہ نقل کرتے ہیں جو آپ نے سرکار رسالتؐ کی جناب خدیجہؑ کے ساتھ شادی پر پڑھا تھا ۔۔۔۔ الحمد اللہ ۔ ہر طرح کی حمد و ثناء اللہ ہی کے لئے ہے جس نے ہم لوگوں کو حضرت ابراہیمؑ کی ذریت جناب اسماعیلؑ کی اصل معد کی نسل اور مضر کی شاخ میں قرار دیا اور اس نے ہم لوگوں کو خانہ کعبہ کا محافظ اور اس کا نگران بنایا ۔ اور ہمارے لئے اپنا وہ گھر بنایا جس کا لوگ حج کرتے ہیں اور ہمیں اپنا وہ حرم عنایت کیا جو جائے امن ہے اور اس نے ہم لوگوں کو حاکم اور سردار بنایا اور خاص طور سے میرے بھتیجے محمد بن عبداللہؐ کی تو یہ شان ہے کہ کوئی اس کے برابر نہیں ہو سکتا کیونکہ جو بھی ان کے مقابلے میں لایا جائے گا یہ ضروری ان سے آگے بڑھ جائے گا ۔ یہ درست ہے کہ ان کے پاس مال کم ہے مگر سب جانتے ہیں کہ مال تو چلتی پھرتی چھاؤں بدل جانے والا حال ہے ۔ اس کے علاوہ محمدؐ کے جو ذاتی مکارم اور اخلاق قرابت اور تعلقات ہیں وہ تم سب جانتے ہو ۔ یہ خدیجہ بنت خویلد سے شادی کرنا چاہتے ہیں اور اس کے لئے میرے موجودہ اور آیندہ مال سے اسقدر مہر عطا کریں گے اور خدا کی قسم اس کے بعد ان کی شان نہایت عظیم القدر اور ان کی عزت بہت بڑی اور ان کا دبدبہ واقتدار بہت بلند ہونے والا ہے پھر جناب خدیجہ کا نکاح رسول اللہؐ سے ۴۰۰ دینار مہر پر کر دیا گیا ۔ تاریخ خمیس میں ہے کہ جناب ابو طالبؑ اس موقع پر پھولے نہیں سماتے تھے

رسول اللہؐ کے آباؤ اجداد سب مسلم تھے اور دین ابراہیمؑ پر قائم تھے یہ بات بہت سے علمائے اہل سنت نے اپنی کتابوں میں تحریر کیا ہے (دیکھئے مسالک حنفاص ۱۹، امباۃ الامہ ص ۴۷، اشعتہ اللمعات ج ۴ ص ۲۵۲، اسرار التنزیل از علامہ فخر الدین رازی) ۔۔۔ جناب امیر المومنینؑ سے روایت ہے کہ نہ میرے والد نے بتوں کی پرستش کی نہ میرے جد عبدالمطلبؑ نے نہ ان کے پدر بزرگوار ہاشمؑ نے نہ ان کے والد عبد منافؑ نے بلکہ یہ کل حضرات خانہ کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے تھے اور دین ابراہیمؑ پر قائم تھے (حیات القلوب ج ۲ باب ۱ فصل ۳) اس خاندان کی عورتیں بھی کافر اور مشرک نہ تھیں بلکہ دین ابراہیمی پر تھیں ۔ چنانچہ جب جناب امیر المومنینؑ کی ولادت کا وقت قریب آیا اور بی بی فاطمہؑ بنت اسد خانہ کعبہ کا طواف کر رہی تھیں تو آپ خانہ کعبہ کے پاس آئیں اور کہا ۔ اے میرے رب (پروردگارا) میں تجھ پر اور جو پیغمبر تیرے پاس سے آئے ہیں اور جو کتابیں تیرے یہاں سے نازل ہوئیں ان سب پر ایمان رکھتی ہوں اور اپنے جد ابراہیمؑ کے کلام کی تصدیق کرتی ہوں پس جس بزرگ نے اس خانہ کعبہ کو بنایا ہے میں تجھ کو اسی کے حق کا واسطہ دیتی ہوں اور جو مولود میرے بطن میں ہے اس کے حق کا بھی واسطہ دیتی ہوں کہ تو وضع حمل کو مجھ پر آسان کر دے (مناقب ابن شہر آشوب ص ۱۳۳) اس دعا کے فوراً بعد لوگوں نے دیکھا کہ دیوار کعبہ شق ہوئی اور مومن قریش ابو طالبؑ کے بیٹے اور رسولؐ اللہ کے وصی جناب علیؑ کی ولادت خانہ کعبہ میں ہوئی

کسے را میسر نہ شد ایں سعادت   بکعبہ ولادت بمسجد شہادت

اپنے بچوں کی معلومات کے لئے یہ مضمون تاریخ آئمہ سے آسان اردو میں لکھا ۔ ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم

سید نذر عباس ۔ ۱۴ جون ۲۰۰۱ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ام المومنین ام سلمہ سلام اللہ علیہا

رسول ﷺ کی بیویاں مومنین کی ماں ہیں۔ ان ہی امہات المومنین میں سے ایک کا ذکر کرنا مقصود ہے جن کا نام ام سلمہؓ تھا۔ اگر آپ شام گئے ہوں تو بلد میں مقبرہ قدیم ۔ باب صغیر کے پاس جسے کسی زمانے میں شام کا خرابہ یا گورستان ء غریباں بھی کہا جاتا تھا اس میں دو مقبرے جناب رسولؐ خدا کی دو ازواج کے بھی ہیں ایک ام حبیبہؓ اور ایک ام سلمہؓ۔ لیکن اس بات کو عقل تسلیم نہیں کرتی اور وہاں چند علماء نے بھی بتایا کہ یہ صرف یادگار ہے جیسے ہندوستان میں لوگوں نے جگہ جگہ روضہ حضرت قاسم ابن حسنؑ اور روضہ حضرت امام حسینؑ بنائے ہوئے ہیں۔ اسی طرح یہ اصل قبر نہیں۔ یہ دونوں رسول ﷺ کی انتہائی تابعدار بیویاں تھیں کہ کبھی زندگی میں رسولؐ سے اونچی آواز سے بھی نہ بولیں۔ تو یہ کیسے ممکن تھا کہ وہ رسول ﷺ کے حکم کی خلاف ورزی کرتیں۔ جب کہ رسولؐ فرما گئے تھے کہ میری زندگی کے بعد میری کوئی بیوی مدینہ نہ چھوڑے ۔ پھر ہم دیکھتے ہیں کہ مدینہ منورہ میں جنت البقیع میں بھی ساتھ ساتھ رسول ﷺ کی ۹ ازواج دفن ہیں

جناب ام حبیبہؓ کے بارے میں تو بہت فضلیتیں کتابوں میں ملتی ہیں لیکن سب سے بڑی بات جو ہمیں نظر آتی ہے وہ یہ ہے کہ جب ان کے والد ابوسفیان ان کے گھر آیا کرتے تھے تو وہ ان کو رسول ﷺ کے بستر پر نہیں بیٹھنے دیتی تھیں۔ بلکہ اس چٹائی یا بستر کو لپیٹ دیا کرتی تھیں (از تقریر خطیب آل محمد) دوسری زوجہ محترمہ جناب ام سلمہؓ وہ تھیں جن کو رسول ﷺ چادر تطہیر کے واقعے کے دن انتِ علی الخیر۔ تم خیر پر ہو کا سرٹیفکیٹ دے گئے تھے اور یہ آپ ہی کا شرف تھا کہ آپ کو خاتون ء جنت اور ان کے دونوں شہزادوں سید الشباب الاھل الجنۃ کی پرورش کرنے کی سعادت حاصل ہوئی تھی۔ ۲۸ صفر ۶۰ھ کو جب امام حسینؑ نے مدینہ سے سفر اختیار کیا تو ماں فاطمہ زہراؑ کی ہم شکل بیٹی بیبا صغراؑ کو امام جناب ام سلمہؓ کے ہی سپرد کر گئے ۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ امامت کو ام المومنین سلمہؓ پر کس قدر بھروسہ اور اطمینان تھا۔

رسول خدا ﷺ نے آپ کو واقعات کربلا کی خبر کر دی تھی اور ایک شیشی بھی کربلا کی مٹی سے بھری ہوئی دی تھی اور فرمایا تھا کہ دیکھو جب یہ شیشی سرخ ہو جائے تو سمجھ جانا میرا نواسہ حسینؑ شہید کر دیا گیا۔ جناب ام سلمہؓ امام حسین کے سفر کرنے کے بعد اس شیشی پر نظر رکھتی تھیں اور جب ۶۱ھ کی ۱۰ محرم آئی اور عصر کا وقت آیا تو بی بی نے خواب دیکھا کہ رسول خدا ﷺ اس حالت میں تشریف لائے ہیں کہ ان کا سر مٹی سے بھرا ہوا ہے اور فرماتے ہیں ام سلمہؓ میں کربلا سے آ رہا ہوں میرا نواسہ حسینؑ شہید کر دیا گیا۔ بی بی خواب سے بیدار ہوئیں تو دیکھا کہ اس شیشی میں تازہ خون جوش مار رہا ہے

جناب ام سلمہ کا اصل نام ہند تھا ان کے والد مخزوم خاندان سے تعلق رکھتے تھے اور چونکہ وہ مسافروں کی خدمت کیا کرتے تھے لہذا ان کا نام ہی زاد الراکب پڑ گیا تھا۔ ان کے شوہر کا نام عبداللہ ابن عبدالاسد تھا۔ دونوں میاں بیوی انتہائی خوشحالی کی زندگی مکہ میں بسر کر رہے تھے اور ان کا نام سب سے پہلے اسلام لانے والوں میں شامل ہے کفار مکہ نے ان کے اسلام لانے کے بعد دونوں پر بہت سختیاں شروع کر دیں تو رسول اللہ نے ابی سینا میں ہجرت کرنے کا حکم دیا جہاں آپ نے دین اسلام کی تبلیغ بھی کی۔ پھر جب یہ معلوم ہوا کہ حضرت امیر حمزہؓ اور دیگر طاقتور حضرات نے بھی اپنے اسلام لانے کا اعلان کر دیا ہے تو یہ دونوں واپس مکہ آ گئے۔ حتیٰ کہ رسول اللہ کے حکم پر مدینہ ہجرت کرنے پر تیار ہو گئے اس وقت اللہ نے ایک بچہ سلما ہی عطا کر دیا تھا۔ ابوسلمہؓ نے ایک اونٹ تیار کیا اور اس پر جناب ام سلمہ کو اس طرح بٹھایا کہ ان کی گود میں یہ نوزائیدہ بچہ بھی تھا ان کو مکہ سے روانہ ہوئے ابھی صرف ۳ میل ہی ہوئے تھے کہ مسجد تنعیم کے پاس دونوں کے قبیلے والے آ گئے اور جھگڑنے لگے کہ ہم اپنے قبیلے کی لڑکی کو مدینہ نہیں جانے دیں گے لہذا حکم رسول کی وجہ سے ابوسلمہؓ اکیلے ہی مدینہ روانہ ہو گئے ادہر ان کے میکے اور سسرال والوں میں جھگڑا ہوا اور ام سلمہ سے بچہ چھین لیا گیا۔ ام سلمہ بیچاری روز اس ٹیلے کے پاس جا کر رویا کرتی تھی جہاں سے ان کے شوہر اور بچے کو ان سے چھینا گیا تھا۔ ام سلمہ ایک دن اس وادی میں بیٹھی رو رہی تھیں کہ ایک شخص کا گزر ہو جو انتہائی رحم دل اور مکہ میں بہت با اثر تھا اس نے جا کر بنی مخزوم کو سمجھایا کہ اس عورت کو مدینہ جانے دو یہ تم لوگ ظلم کر رہے ہو اور پھر بن عبدالاسد سے بچے کو بھی دلوا دیا تو جناب ام سلمہؓ نے ایک اونٹ تیار کیا اور بچے کو گود میں لے کر روانہ ہو گئیں۔ ابھی صرف تین میل ہی گئی تھیں کہ ان کو کعبے کے کلید بردار بزرگ ملے اور کہنے لگے اے بنت زاد الراکب کہاں جا رہی ہو۔ بی بی نے بتایا کہ وہ اپنے شوہر کے پاس جا رہی ہیں تو انہوں نے کہا ہماری غیرت گوارا نہیں کرتی کہ تم کو اکیلے جانے دیا جائے لہذا میں خود تم کو چھوڑ کر آؤں گا ۔ وہ ان کے گائیڈ بن کر مسجد قبا تک ان کو چھوڑ آئے اور پھر واپس مکہ آ گئے

مدینہ میں جا کر دوبارہ یہ خاندان مکمل ہو گیا۔ ان کے شوہر نے جنگ بدر میں حصہ لیا اور پھر جنگ احد بھی لڑے۔ رسول کے حکم کی نافرمانی کرنے والے صحابہ کی وجہ سے جنگ احد میں جناب ابوسلمہ بہت بری طرح زخمی ہو گئے تھے اور کئی دن تک بیمار ہونے کے بعد ایک دن رسول کی موجودگی میں داعی اجل کو لبیک کہا عدت کی مدت کے بعد حضرت ابوبکر نے اور پھر حضرت عمر نے شادی کی تجویز پیش کی جو آپ نے رد کر دی۔ پھر رسول اللہ سے شادی کرنے پر راضی ہو گئیں اور ام المومنین کا درجہ حاصل کیا

ہمارا سلام ہو ام المومنین ام سلمہ پر اور ان کے شوہر نامدار رسول خدا ﷺ اور ان کی ذریت پر ۔۔۔۔۔۔

ﷺ ﷺ ﷺ ﷺ ﷺ

اپنے بچوں کی معلومات کے لئے یہ مضمون بنایا جس میں عبدالواحد کی کتاب companions اور تاریخ آئمہ چودہ ستارے سے مدد لی گئی

طالب دعا ۔۔۔۔ سیدہ زعباس ۔۔۔۔ ۲۳ رجب ۱۴۲۲ھ ۱۹ اکتوبر ۲۰۰۱م